خطبات: برہان فاروقی کے شاگرد خضر یاسین کے اعترافات

خضر یاسین کے سرقہ شدہ اعتراضات کا محاکمہ

قاسم محمود صاحب کے رسالے احیائے العلوم میں جناب خضر یاسین نے ''دین ملا فی سبیل اللہ فساد'' کے زیر عنوان اپنے افکار کی کہکشاں سجائی، بیشتر افکار ''میارا بزم برساحل کہ آنجا'' میں محترم ومکرم احمد جاوید صاحب کے نقد کا ہو بہو سرقہ ہیں زبان اتنی مشکل، گنجلک کہ مطالب واضح نہیں ہوتے اس کے باوجود خضر یاسین صاحب نے فراخ دلی سے اعتراف فرمایا کہ اقبال عربی پر عبور نہیں رکھتے تھے، ان کے خطبات میں گمراہیاں موجود ہیں۔ اقبال علوم اسلامی پر گہری بصیرت کے حامل نہ تھے۔ ان اعترافات کے ساتھ ساتھ خضر یاسین صاحب نے بے شمار غلط اعتراضات کیے ہیں، جن کا جواب نستعلیق متن کے ساتھ ساتھ خط نسخ میں دیا گیا ہے۔

اقبال کا ساتواں خطبہ: محض گمراہی

اقبالؒ نے اپنے خطبے Is religion possible میں یقیناً قابل اعتراض بلکہ بعض اوقات شاید ناقابل برداشت موقف اختیار کیے ہیں سب سے پہلے تو اس خطبے کا عنوان ہی قابل گرفت ہے لیکن سردست اس کو چھوڑ یے۔ اس خطبے کے آغاز میں مذہبی زندگی کو تین مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ اس سے اقبالؒ کے پیش نظر یہ ہے کہ تاریخی حرکت میں مذہب کے ظہور کا اور آغاز کا دور ایمان کا دور ہوتا ہے یعنی اس میں اتباع محض ہی ہوتی ہے اور لوگوں پر عقل کے اعتراض غیر مکشوف ہوتے ہیں۔ اس تقسیم کے بعد دوسرا دور آتا ہے کہ مذہبی حقائق کی نسبت تشکیک اور تعقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تیسرا دور وہ ہے جس میں نفس حقیقت سے اتصال میسر آتا ہے۔ یہ خطبات اقبال کے انتہائی قابل اعتراض مقامات میں سے ایک ہے۔

اقبالؒ کا رجحان رو بہ ارتقاء ہونے کی جانب ہے، جو ظاہر ہے اپنے نتائج کے حوالے سے کسی طور سے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جلال الدین رومیؒ اپنے مذہبی وجدان اور مرتبت میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے بڑے ہیں۔[ص۷۰][لائق احترام خضر یاسین صاحب نے احقاق حق اور اعتراف حق کے ضمن میں اپنے استاد محترم ڈاکٹر برھان احمد فاروقی کی یاد تازہ کر دی. خضر یاسین صاحب کے قلم سے یہ اعتراف نہایت جرأت انگیز ھے. کہ انھوں نے واضح طور پر ساتویں خطبے کے موضوع کیا

مذھب کا امکان ھے کو قابل گرفت قرار دیا صرف یھی نھیں اس خطبے کے متن پر بھی انھوں نے سخت گرفت فرمائی جس میں اقبال نے مذھبی زندگی کے دور کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا جس کے مطابق پھلے حصے میں رسالت پر ایمان لانے والے صرف اندھے مقلد اور غالی پیروکار ھوتے ھیں اور عقلی اعتبار سے کم تر ھوتے ھیں لھٰذا تعقل سے کام نھیں لیتے، دوسرے دور میں مذھب کے پیروکار عقل سے بھرہ مند ھو کر تشکیک و تعقل سے کام لیتے ھیں. تیسرا دور وہ ھے جس میں نفس ترقی پاتے پاتے حقیقت مطلق سے متصل ھوجاتا ھے جس کا مطلب یھی ھے کہ حضرت رومیؒ رتبے اور شان کے اعتبار سے سیدنا ابوبکر سے بڑے تھے. یہ تصور اور نقطۂ نظر کوئی ایسا شخص نھیں رکھ سکتا جس نے قرآن و سنت سے کامل استفادہ کیا ھو یہ تصور گمراھی کے سوا کچھ اور نھیں ھے. اقبال پر اللہ کا خاص فضل و کرم تھا کہ انھیں زندگی میں اس گمراھی کا اندازہ ھوگیا اور انھوں نے رجوع کا ارادہ فرمالیا. سلیمان ندوی کی شھادت معتبر ھے مگر خضریاسین صاحب کو پسند نھیں کہ ساحل کے توسط سے آئی ھے، ساحل]

علامہ اقبالؒ کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اوران کی فکری،عملی خطاؤں کومعاف فرمائے۔ہمیں اس پر کوئی اصرار نہیں کہ اقبالؒ نے اپنے ناقص اور غلط تصورات کو ہمیشہ اپنائے رکھا تھا۔ڈاکٹر برہان احمد فاروقیؒ کی رائے یہ تھی کہ اقبالؒ مغرب کی زد سے آزاد ہونے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔[ص۶۶][عزت مآب خضریاسین صاحب نے نھایت جرأت کا مظاھرہ کرتے ھوئے سچی بات کھہ دی کہ اقبال کے خطبات میں ناقص اور غلط تصورات موجود ھیں. اللہ تعالیٰ ان کی فکری، عملی خطاؤں کو معاف فرمائے. خضر صاحب نے برھان فاروقی کے حوالے سے یہ بھی تسلیم فرمالیا کہ اقبال مغرب کے فکر و فلسفے، تھذیب سائنس اثر غلبے تسلط سے آزاد ھونے کی کوشش کرتے رھے. یھی بات امالی غلام محمد میں تفصیل سے بیان کی گئی ھے اور علامہ سلیمان ندوی صاحب نے اقبال پر مغرب کے فکر و فلسفے کے اثرات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا تھا. لیکن خضر صاحب اس سے اتفاق نھیں فرماتے. سلیمان ندوی کی شھادت ھے کہ اقبال مغرب سے مرعوب مسحور مغلوب متاثر تھے لیکن آخر زمانے میں انھوں نے اپنے نقطۂ نظر سے رجوع فرما لیا تھا. خضر صاحب کا مؤقف ھے کہ اقبالؒ کو رجوع کی توفیق ملی نہ مھلت. ساحل]

جس چیز کو اقبالؒ زندہ رکھنا چاہتے تھے وہ زندہ رہی، جسے خود اقبالؒ نے مسترد کر دیا اسے علماء اور عوام نے بھی مسترد کر دیا''۔ جو شے ستر برس تک طاق نسیاں کی زینت بنی رہی اور علماء عوام کے استرداد کا شکار رہی، وہ اچانک منظر عام پر آ گئی اور ''ساحل'' نے ایک طوفان اٹھا دیا۔کیا ہم معلومات کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں کہ یہ اچانک استرداد گزیدہ نثر کیوں موضوع بحث بن گئی ہے؟ ہمیں منظور ہے کہ نثر اقبال عظم اقبالؒ کا مقابلہ نہیں کرتی اور شاعر اقبالؒ مفکر اقبالؒ سے مختلف ہے، بلکہ بعض اوقات متضاد و متناقض بھی معلوم ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقبال کا صحیح ناقدانہ مطالعہ رکھنے والوں نے اس اختلاف،

تضاد اور تناقض پر پردہ ڈالنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ طاق نسیاں کی زینت کو شمع محفل بنانے سے علم اور دین کی جو خدمت آپ انجام دے رہے ہیں اس کے لیے ہم سوا اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ ''انما الاعمال بالنیات'' [ص ۶۵] [خضر یاسین کو شکوہ ھے کہ خطبات اقبال ستر برس سے اندھیرے میں تھی آخر اسے آج ساحل اجالے میں کیوں لے آیا، بات یہ نہیں ھے اصل بات یہ ھے کہ خطبات کو اجالے میں لانے والے عصر حاضر کے جدیدیت پسند مفکرین جاوید غامدی، ڈاکٹر گورایہ، ڈاکٹر منظور احمد، پروفیسر مرزا منور، کرار حسین، وارث میر، پروفیسر عثمان، جاوید اقبال، رشید جالندھری اور خالد مسعود ھیں ان میں سے بعض آج کل ٹی وی چینلوں پر معتزلہ اور خطبات کے ذریعے دین کی ملحدانہ تعبیرات پیش فرما رھے ھیں. خطبات کو روشنی میں لانے والا ادارہ اقبال انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل تھاٹ ھے جس کا کام خطبات کے ذریعہ پاکستانی معاشرے کو الحادی بنانا ھے کئی کروڑ روپے کے خرچے سے قائم یہ ادارہ قرآن اور اجتھاد کے ذریعے اھل پاکستان کو الحاد کا پیغام دے رھا ھے. ٹی وی کے ھر چینل پر اسلام کو مغربی فلسفے میں ڈھالنے اور جدیدیت پسند بنانے کے لیے واحد سند اقبال کے خطبات سے لائی جا رھی ھے. تعلیمی اداروں میں خطبات کو نصاب میں شامل کرنے کامنصوبہ زیر غور ھے، ھر مفکر اور جدیدیت پسند نادان خطبات سے سند لارھے ھیں، خطبات کو جب جدیدیت پسندوں نے زندہ کیا ھے تو ساحل کو نقد کے لیے میدان میں آنا پڑا. اگر ڈاکٹر جاوید اقبال، جاوید غامدی، رشید جالندھری، خالد مسعود اسلام کے بارے میں خطبات کے حوالے سے جھوٹ کہنا ترک کر دیں تو ساحل خطبات کے بارے میں سچ لکھنا ترک کر دے گا. خضر یاسین صاحب نے یہ بھی تسلیم فرمالیا کہ نثر اقبال نظم اقبال کا مقابلہ نہیں کرتی. ھم اس حوصلے پر انھیں مبارک باد پیش کریں گے. ساحل]

جہاں تک زیر بحث ''امالی'' کی نسبت ہمارے اس اندیشے کا تعلق ہے کہ ڈاکٹر فاروقیؒ کے نقد سے ماخوذ ہے۔ ان شاءاللہ برہان فاروقی کا نقد عنقریب شائع ہوکر سامنے آجائے گی پھر اہل علم حضرات پر میرے اس دعوے کی صداقت بھی کھل جائے گی۔ [ص ۶۶] [مکرم خضریاسین صاحب کا خیال ھے کہ سلیمان ندوی کا نقد ڈاکٹر فاروقی کے نقد سے ماخوذ ھے. سلیمان ندوی نے ڈاکٹر فاروقی کے افکار کا سرقہ کیا ھے تو پھر تنقید برھان احمد فاروقی پر ھونی چاھیے نہ کہ سلیمان ندوی پر اور ساحل پر اگر خطبات کو طاق نسیاں سے اٹھا کر طوفان برپا کرنے کا ذمہ دار ساحل ھے تو اس کی واحد وجہ خضر یاسین صاحب اور ان کے مربیوں اور سرپرستوں کا یہ جرم ھے کہ وہ برھان احمد فاروقی صاحب کے نقد سے ناواقف رھے. اگر خضریاسین صاحب دیانت داری کے ساتھ برھان فاروقی کے نقد کا عربی انگریزی متن معہ ترجمہ کے شائع کر دیتے تو سلیمان ندویؒ کو برھان فاروقی کے افکار سرقہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، برھان احمد فاروقی کے نقد کو کیوں طاق میں رکھا گیا

"اسلامی تعلیم" میں خطبات اقبال پر برھان احمد فاروقی کے تنقیدی مضمون کی پہلی قسط شائع ہونے کے بعد دوسری قسط کیوں شائع نہ ہوسکی. [یہ روایت سلیم احمد مرحوم کی ہے] سلیم احمد کے مطابق ان اقساط کو جبراً روکا گیا، مختلف طریقوں سے دباؤ ڈلوایا گیا سفیر اختر صاحب صاحب نے ایک گفتگو میں خطبات پر سلیم احمد اور شمیم احمد کے مکالمے کا بھی حوالہ دیا ہے جو نیا دور کے کسی شمارے میں شائع ہوا تھا. ضیاء جالندھری اور شمیم احمد کے مابین ایک مکالمہ بھی نہایت اہم ہے، جب شمیم احمد نے خطبات میں مستور کفر سے انہیں آگاہ فرمایا تو ضیاء جالندھری نے جواب دیا شمیم احمد بس رہنے دو ہمیں اتنا ہی اسلام کافی ہے جو علامہ اقبال نے بتایا ہے اس سے زیادہ اسلام کی ہمیں ضرورت نہیں ہے. گویا اسلام دین نہیں ہے ایک شے [Commodity] ہے جس کا تعلق ضرورت سے ہے. کم از کم امالی غلام محمد کا ایک اہم فائدہ یہ ہوا کہ برھان احمد فاروقی کا خطبات پر نقد جو پچاس برس سے طاق نسیان کی زینت تھا سلیمان ندویؒ کے رد کی خاطر خاک کی تھوں سے باھر آرہا ہے، ساحل]

ہم علامہ اقبالؒ کی عربی زبان پر قدرتِ کاملہ کے مدعی نہیں۔مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ عربی سے بالکل ہی نابلد تھے۔ان کے سامنے کوئی عربی عبارت کا غلط سلط ترجمہ کر دیتا تو وہ اسے اپنی عدم واقفیت کی بنیاد پر قبول کر لیتے۔کم از کم یہ صورتِ حال تو ہرگز نہیں تھی۔آپ کا کیا خیال ہے کہ کسی کی مدد سے عربی عبارت کو سمجھنے کا کیا مطلب ہے؟ یہی نا کہ اگر سمجھنے میں کوئی دشواری ہو تو دوسرا اس کی رہنمائی کر دے گا۔لفظ بہ لفظ ترجمہ کر کے پڑھنا اور مدد لینا تو ایک چیز نہیں ہے۔ [ص۶۴][برادم خضر یاسین صاحب نے ساحل کا شمارہ اکتوبر نہیں دیکھا اگر وہ دیکھ لیتے تو طول کلام کی ضرورت نہ پڑتی. بھرحال یہ اعتراف بھی کافی ہے کہ اقبال عربی زبان پر قدرت کاملہ نہیں رکھتے تھے. اس اعتراض پر خضر یاسین صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں ورنہ ان کے ہم نشین جناب خرم علی شفیق صاحب نے تو یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ اقبال نے جرمنی سے عربی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی تھی اور عربی کے فاضل تھے. غلام رسول مہر نے تو انہیں عربی کا پروفیسر قرار دیا تھا، ساحل]

اقبالؒ عالم دین نہیں تھے اور نہ ہی اصول فقہ کے ماہر تھے۔ان کی رائے میں جو شے درست ہوتی، اس کے غلط ہونے اور جو غلط ہوتی اس کے درست ہونے کے امکانات اتنے ہی تھے جتنے ''ساحل'' کے مدیر صاحب کی آراء میں پائے جاتے ہیں۔[ص۶۹]واجب التکریم خضریاسین صاحب نے حضرت علامہ اقبالؒ کو اس قدر گرا دیا کہ مدیر ساحل کے درجے تک پہنچا دیا یا دوسرے لفظوں میں مدیر ساحل کو اس قدر اٹھا دیا کہ حضرت علامہ اقبال کے مقام تک پہنچا دیا. دونوں طریقے افراط و تفریط پر مبنی ہیں لیکن یہ بات درست ہے کہ علامہ اقبالؒ نہ عالم دین تھے نہ اصول فقہ کے ماھر. یھی اصل بات ہے لیکن جسٹس جاوید اقبال، اسلامی نظریاتی کونسل

کے ڈاکٹر خالد مسعود اور رشید جالندھری جاوید غامدی اقبال کو عالم دین اور ماھر فقه ثابت کرنے پر تلے ہوئے ھیں. حق اور انصاف کی بات یھی ھے جو خضر یاسین صاحب نے کھی، الله تعالیٰ انھیں اس کلمه حق کا اجر عطا فرمائے. ساحل]

بہ حیثیت ایک مسلمان کے ہم نے علامہ اقبالؒ کے جس تصور کو درست سمجھا ہے اس کی تائید کی ہے اور جس کی نسبت ہماری رائے یہ قائم ہوئی کہ وہ ہمارے فہم دین سے متصادم ہے اس کے بارے میں بھی صراحت کر دی ہے۔ [ص۶۲] سبک ساران ساحل کی علمی اور ایمانی دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس روش پر مثبت ردعمل کا اظہار کرتے۔ بجائے بغلیں بجانے کے علمی اور فکری اعتبار سے ''اقبال اکادمی'' کے دانشوروں کو شکست فاش دے دی ہے اور چت کر دیا ہے۔ گویا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا سبک ساران ''ساحل'' کے حضور سجدہ ریز ہونے کے مترادف ہے۔[ص۶۲][واجب احترام خضر یاسین کا اشاره غالباً احمد جاوید صاحب کے نقد کی طرف ھے جس میں احمد جاوید صاحب نے اعتراف کیا ھے که علامه اقبال کے خطبات پر سلیمان ندوی کے اعتراضات درست ھیں، لب و لھجه درست نھیں. تو یه اعتراض ساحل پر وارد نھیں کیا جاسکتا اس کا تعلق سلیمان ندویؒ اور غلام محمد صاحب سے ھے دونوں مرحوم ھوچکے ھیں. الحمدلله ساحل نے اپنے لب و لھجے کو تھذیب و شائستگی سے آراسته رکھا ھے. اقبال اکادمی نے حق کو تسلیم کرلیا. یه مقام شکر ھے نه که مقام تکبر. اگر ساحل کی کسی تحریر سے تکبیر کا شائبه بھی پیدا ھوا تو ھم خضر یاسین صاحب کی خدمت میں بلا تردد غیر مشروط معذرت پیش کرتے ھیں. ساحل]

میر خلیل الرحمٰن کی صحافت پر تنقید کرتے ہوئے پورا شمارہ لکھ مارا ہے اور خود اپنی صحافت کی علمی دیانت کا یہ عالم ہے کہ استدلال کرتے ہوئے دوسروں کے منہ میں اپنے فقرے اور آراء ڈال دیتے ہیں۔ کیا روزنامہ ''جنگ'' کی صحافت اس سے مختلف ہے؟ ہماری تو گذارش یہ ہے کہ ہمیں تاریخی حقائق کا سامنا کرنے کی دھمکی دینے کے بجائے بہتر ہوگا کہ آپ صحافت ہی تک رہیں اور علمی اور فکری مسائل میں نہ پڑیں تو بہتر ہے کیونکہ تاریخی حقائق تو شاید ہی کوئی نتیجہ پیدا کر سکیں مگر آپ کی فکری الجھن تو سامنے کی چیز ہوگی جس سے آپ کی پاک دامنی اور پوتر پن پر بہت سے سوالات کھڑے ہونے شروع ہو جائیں گے۔

علامہ اقبالؒ کی نادانیوں میں ایک اضافہ میں آپ کو کرائے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ ناچیز دینی مدرسے سے فارغ التحصیل ہے اور دورہ حدیث شریف علم وفکر کی دنیا کے مانے ہوئے عالم دین سے کیا۔[ص۶۳][ان عبارتون کی زبان، اسلوب محل نظر ھے. پوترپن پر سوال کھڑے ھونے شروع ھوجائیں گے، اضافه کرائے دیتا ھوں، دوره حدیث عالم دین سے کیا، ان قیمتی معلومات اور نفیس زبان و بیان کا موضوعات زیر بحث سے کیا تعلق ھے؟ اکتوبر نومبر، دسمبر، جنوری فروری کے شماروں میں ساحل نے جو سوالات اٹھائے ھیں کیا خضر یاسین کسی ایک سوال کا جواب بھی دے سکتے ھیں؟ ان شماروں

میں علامہ اقبالؒ کی تحریروں سے جو حوالے پیش کیے گئے ہیں، خضر یاسین صاحب اس پر گفتگو فرمائیں تو یہ علمی رویہ ہوگا، ہندوستان کے تمام ماہرین اقبالیات نے ساحل کے مؤقف پر صاد کیا ہے اور پاکستان کے ماہرین اقبالیات بھی خاموش ہیں، ساحل]

ویسے بھی سید صاحبؒ اسلام کی مابعدالطبیعیات سے کونسی دلچسپی رکھتے تھے؟ آپ ان کی موجودہ تحریرات میں کوئی ایک مبحث تو بتادیں جس میں انھوں نے عقلیات کی مشکلات سلجھائی ہوں۔ سید سلیمان ندویؒ کا میدان اور تھا یعنی تاریخ اور انشاپردازی۔ اور اقبالؒ کی فکری مشکلات ایسی نہیں تھیں کہ سید صاحب ان میں معاون ثابت ہوسکتے۔ بایں ہمہ اقبالؒ کو یہ غلط فہمی لاحق رہی کہ وہ ایسا کرسکتے ہیں۔

پھر فکر ونظر کی مشکلات میں آپ سے کیا مغزماری کی جائے کہ آپ تو علمی اور فکری مسائل میں حرفوں اور لفظوں تک کو گن کر بتاتے ہیں کہ اتنی سطروں کا جواب اتنی سطروں میں آیا ہے اور باقی سطریں الفاظ اور حروف کا جواب رہتا ہے۔ [ص۶۳][بے چارے اقبال اتنے نادان، سادہ اور بے وقوف تھے کہ وہ مابعدالطبیعیات اور عقلیات سے سلیمان ندوی کی عدم واقفیت کے باوجود ان سے استفادے کی غلط فہمی میں مبتلا رہے. سید سلیمان ندوی کیا تھے، اس کا اندازہ خضر یاسین کو نہیں ہے، ۵۰۰ صفحات پر مشتمل امالی جب شائع ہوں گے تو خضر یاسین صاحب کو معلوم ہوگا کہ سید صاحب یونان اور مغرب کے فلسفے پر کتنا عبور رکھتے تھے، مابعد الطبیعیات اور عقلیات سے ان کی دلچسپی کتنی تھی تو یہ شبہات دور ہوجائیں گے. حضرت علامہ اقبال نے مغربی فلسفے کے بعض مسائل میں بھی سید صاحب سے استفادہ کیا تھا جسکی تفصیلات امالی میں مل جائیں گی. خضر یاسین صاحب نے اپنی تحریر سے یہ تاثر دیا ہے کہ علامہ اقبال نادان تھے اور خواہ مخواہ سلیمان ندویؒ سے استفادے کی غلط فہمی میں مبتلا رہے. شاید خضریاسین علامہ اقبال سے زیادہ عقل مند اور زیادہ جاننے والے ہیں، اسی لیے انہیں شکوہ ہے کہ بے چارے اقبال کو خواہ مخواہ غلط فہمی رہی کہ سلمان ندوی اقبال کے اشکالات حل کرسکتے ہیں یعنی اقبال نے سلمان ندوی کو اسلام کی جوئے شیر کا فریاد کا خطاب صرف ان کی انشاء پردازی اور تاریخ نویسی کے مطالعے کے بعد دیا تھا. خضر یاسین صاحب اقبال سے بڑھ کر اقبال کے وفادار و طرف دار بننے کی کوشش نہ کریں. ساحل]

علاوہ ازیں اگر آپ کو یہ خوش فہمی لاحق ہوگئی ہے کہ خطبات پر یہ نقد فقط آپ کے شعور پر منکشف ہوئی ہے اور آپ کے علاوہ انھیں نہ کوئی سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ایسے وقیع اعتراضات تک کسی کی رسائی ہوسکتی تھی تو آپ اپنی خوشی کے قیام میں جب تک آپ کا جی چاہے مبتلا رہیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر آپ نے انھی اعتراضات کو شائستہ اور علمی انداز میں دیکھنا ہو تو ایک بار پھر محمد سہیل عمر صاحب کی کتاب ''خطبات اقبالؒ نئے تناظر میں'' کو پڑھ لیں جو آپ کے پاس تو موجود ہے قبلہ استاذ یم ڈاکٹر برہان احمد فاروقیؒ کی ساتوں خطبوں پر تنقید پڑھ لیں۔ مگر آپ ایسا کیوں

کرنے لگے پھر تو آپ کا نشۂ ایجاد واختراع کافور ہوجائے گا۔ رہا جناب محمد سہیل عمر صاحب کا طیش تو وہ اس میں اکیلے ہی نہیں ہیں۔ ہر وہ شخص جسے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق غلامی ہے وہ آپ کی اس مسروقہ تنقید سے آزردہ خاطر ہوا ہے۔[ص۶۴][برادم خضر یاسین کا یہ اسلوب بھی عجیب ھے ''آپ اپنی خوشی کے قیام میں مبتلا رھیے اگر آپ نے انھی اعتراضات کو دیکھنا ھو، نشہ کافور ھوجائے گا، حضرت اقبالؒ خضر یاسین کے محاسن زبان و بیان سے لطف اندوز ھونے سے محروم ھیں ورنہ وھی داد دیتے. خضر یاسین اور محترم احمد جاوید صاحب تسلیم کرتے ھیں کہ سلیمان ندوی کے خطبات اقبال پر تمام اعتراضات درست ھیں لیکن ان کا انداز علمی اور شائستہ نھیں، سلیمان ندوی کے یھی اعتراضات خضر صاحب کے خیال میں ڈاکٹر برھان نے ساتوں خطبات پر نقد میں محفوظ کر دیئے ھیں کم از کم خضریاسین نے یہ بات تو تسلیم کرلی کہ خطبات میں موجود شوالے جن کی نشان دھی سلیمان ندوی نے کی ھے درست ھیں اور اس کی شھادت میں انھوں نے برھان فاروقی اور سھیل عمر کو پیش فرمایا ھے. ''میارام بزم برساحل کہ آنجا'' میں خضر یاسین صاحب کی تحقیق یہ تھی کہ برھان احمد فاروقی اور سلیمان ندوی کے خیالات میں حیرت انگیز توارد ھے. انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ سلیمان ندویؒ کے اعتراضات نئے نھیں ھیں وقتاً فوقتاً یہ اعتراضات ھوتے رھے ھیں. اب فرماتے ھیں کہ سلیمان ندویؒ کے افکار برھان فاروقی کا سرقہ ھیں. اس الزام اتھام بلکہ بھتان کا جواب سید سلیمان ندویؒ ھی دے سکتے ھیں لیکن حیرت یہ ھے کہ دیگر ماھرین اقبالیات نے سلیمان ندوی کی تنقید کو ترقی پسندوں کے پرانے اعتراضات قرار دیا تھا اور حیرت ظاھر کی تھی کہ کیا غضب ھے کہ سلیمان اور ماجد اور ترقی پسند ایک ھی مورچے سے برآمد ھوتے ھیں، اب خضر یاسین کی تحقیق سے معلوم ھوتا ھے کہ برھان احمد فاروقی بھی اس مورچے کے سپاھی ھیں لیکن سلیمان ندویؒ سارق ھیں، خضریاسین صاحب نقد سلیمان کو مسروقہ تنقید قرار دے رھے ھیں جب کہ سھیل عمر اور احمد جاوید اور تمام ماھرین اقبالیات میں سے کسی ایک نے بھی اسے مسروقہ قرار نھیں دیا. ساحل]

پہلے آپ اپنی فکری اصلاح کر چکے ہوتے اور ایک صالح فکر کے ساتھ تصورات کی نسبت ایجابی اور سلبی تعینات وضع کرتے ہوئے محتویات اور تحدیدات کو واضح کر چکے ہوتے تو پھر آپ کی یہ تنقید سر آنکھوں پر ہوتی۔ ہم آگے بڑھ کر آپ کا خیر مقدم کرتے۔ ہماری نظر میں آپ کی علمی دھاک بیٹھ جاتی مگر آپ نے تو کسی طرح سے علمی مظاہرہ نہیں کیا آپ تو لٹھ لے کر پیچھے دوڑ پڑے ہیں۔ آپ ہی بتائیے کہ علم وفلسفہ پر آپ کی تنقید کو سرقہ کیوں نہ تصور کیا جائے کہ آپ اقبالؒ کے فلسفہ پر یہ اعتراض بھی وارد کر دیتے ہیں کہ انھوں نے ہائیڈیگر کا مطالعہ نہیں کر رکھا تھا کیونکہ ان کے

ہاں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ سبحان اللہ کیا کہنے۔ گویا فکر پر اعتراض کی یہ بھی کوئی صورت ہے؟ ڈاکٹر منظور صاحب کو اس لیے معاف کیا جا سکتا ہے کہ وہ فیلسوف نہیں ہیں، فلسفے کے استاد ہیں۔ انھیں تو فلسفیانہ تصورات کی ثروت نے اس طرح مرعوب کیا ہے کہ وہ انھیں سمجھنے میں حائل ہوگئی ہے۔ آپ تو نہ فلسفی ہیں اور نہ فلسفے کے استاد ہیں پھر فکر و فلسفہ پر اعتراض کرنے کی کیوں ٹھان لی ہے؟[ص۶۴][محترم المقام خضر یاسین صاحب کا طرز تحریر اس قدر گنجلگ اور ادق ھے کہ شاید اقبال بھی اسے سمجھنے سے قاصر رھتے. محتویات اور تحدیدات کو واضح کرچکے ھوتے، لٹھ لے کر پیچھے دوڑ پڑے، ان جملوں کا نہ موقع ھے نہ محل. ''منظور احمد کو اس طرح مرعوب کیا ھے کہ وہ انھیں سمجھنے میں حائل ھوگئی'' خدا جانے یہ جناتی اردو کہاں سے سیکھی گئی ھے. مولانا منتخب الحق کے شاگرد سے ایسی اردو کا ظھور عجیب معاملہ ھے. خضریاسین و خرم علی شفیق کھتے ھیں کہ سلیمان ندوی کے یہ اعتراضات ترقی پسندوں کے عام اعتراضات ھیں. احمد جاوید فرماتے ھیں کہ یہ اعتراضات سلیمان ندوی کے درست اعتراضات ھیں لیکن غلط لب و لھجے میں ھیں. سھیل عمر کے خیال میں امالی خطبات پر سب سے طویل نقد ھے اور انھیں حیرت ھے کہ بائیں بازو کے ترقی پسند اور ماجد و سلیمان ایک مورچے سے نکلتے ھیں. اب خضر یاسین کا ارشاد ھے کہ سلیمان ندوی کا نقد سرقہ ھے کیونکہ ساحل نے ھائیڈیگر کے حوالے کا شکوہ کیا ھے. خضر یاسین کیا کھنا چاھتے ھیں. عقل سے بعید ھے کم از کم ان کے نقد سے پھلی بار یہ معلوم ھوا کہ اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر ڈاکٹر منظور احمد فلسفی نھیں ھیں اور فلسفے کے استاد ھیں. اس جرأت رندانہ پر ھم خضر صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ھیں کم از کم ان کے اس مؤقف سے ھم مکمل اتفاق رکھتے ھیں یہ الگ بات ھے کہ یہ اتفاق بھی محض حسن اتفاق ھے، ساحل]

ساحل ان امالی کو نقل کرنے کی بنیادی اہلیت کا مظاہرہ کرنے سے بھی قاصر رہے ہیں۔ بعض اوقات بودا اعتراض ہی غیر ضروری اور ناقص ہوتا ہے اور اگر کسی درست اعتراض کو نقل کرتے ہیں تو اس کا بیان اس قدر غیر معیاری ہوتا ہے کہ وہ اعتراض ایک جائز سوال کے درجے سے بھی گر جاتا ہے۔[ص۶۶]یہ اعتراض احمد جاوید صاحب سلیمان ندویؒ کے حوالے سے بیان کرچکے ھیں، یہ اعتراض احمد جاوید صاحب کا سرقہ ھے، کچھ دیر پھلے امالی غلام محمد خالد جامعی کی تصنیف تھے پھر یہ امالی برھان احمد فاروقی کے افکار کا سرقہ قرار دیے گئے. اب یہ الزام ھے کہ ساحل امالی نقل کرنے کی اھلیت بھی نھیں رکھتا. اگر اعتراض بودا ھے سوال ثقاھت سے خالی ھے تو نقد سلیمان ندوی پر کیا جائے یا غلام محمد مرحوم پر ساحل پر گرجنے برسنے کی کیا ضرورت ھے؟ ساحل]